

سلسلہ جہاد افغانستان اور حقانیہ

حافظ محمد ابراہیم صاحب قانی
دارالعلوم حقانیہ۔ اکوڑہ خشک

جہاد افغانستان اور حقانی شہداء

مولانا سید عبدالستار حقانی قندھاری شہید

پوچھے ہے کیا وجود عدم اہل شوق کا آپ اپنی آگ کے خس و خاشاک ہو گئے
تاریخ کے اوراق پریشان میں ان اولوا عزم اصحاب عزیمت اور حرارت ایمانی سے گرم ارباب ہم کی داستانہا
شوق نکھری اور بکھری پڑی ہیں۔ جنہوں نے اپنی حیات مستعار اور لمہائے زمیں کو ناموس ملت و دین اور اہل
قوم و ملک پر نثار و نچھا کر دیا۔ اور آج تک ان کے تذکرے، ایمان افروزندہ قصے اور حیرت انگیز واقعات
زیب داستان اور گرمی ایمان و ایقان کے لئے ہمیں کام دیتے ہیں۔ بقول شاعر
ہوالمسک ما کررتہ یتھنوع

مملکت افغانستان پر جس دن سے سرخ سہارا ج نے شرمناک انقلاب کے ذریعہ قبضہ کیا۔ اس وقت سے
لے کر آج تک روزانہ بادہ نوحان مئے وحدت اور شمع نبوت کے پروانے سینکڑوں کی تعداد میں قربان ہو رہے
ہیں۔ اور یوں تبوک و یرموک اور بدر و حنین کی یادوں کے عطر بیز و سحر انگیز جھونکے دل و دماغ کو معطر کرتے
چلے آ رہے ہیں۔ ان کشتگان ستم اور کاروان شوق میں ایک ہمارے دوست اور دیرینہ ساتھی مجاہد کبیر مولانا سید
عبدالستار قندھاری حقانی بھی ہیں جو گذشتہ ماہ ۲۸ صفر ۱۴۰۴ء کو جادہ پیما یان راہ شہادت میں شامل ہو گئے۔
راقم نے ایک افغان شہید کی تصویر سے متاثر ہو کر ایک نظم لکھی تھی جس کے چند اشعار اپنے قریبی
ساتھی شہید مظلوم کی نذر کرتا ہوں۔ کیونکہ ہمارے پاس چند آنسوؤں اور ٹوٹے پھوٹے اشعار کے علاوہ اور کیلے
جسے بطور عقیدت اس عظیم سپوت کو پیش کریں

تجھ کو خبر نہیں ہے کہ اس فرد کا سینہ مرقد ہے حسرتوں کا امیدوں کا دینہ

بازمی لگائی جان کی ناموس قرائ پر نازاں ہے جس پہ حضرت والا نے دینہ

اور نے عاشق لیلیٰ ہے نہ شیریں کا طلب گار اس فرد کا انداز جنوں اور ہی کچھ ہے

اس پر حضرت امیر شریعت سید عطار اللہ شاہ بخاری کا واقعہ یاد آیا۔ مولف مکاتیب امیر شریعت رقمطراز ہے

کہ شاہ جی کی موزونی طبع کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ ساحر لدھیانوی نے قحط بنگال پر جو نظم لکھی ہے اس کے ایک بند کا دوسرا شعر نہیں ہو رہا تھا۔ شاہ جی نے نظم پڑھی۔ تعریف کی۔ ساحر سے کہا کہ اس کا صلہ یہ چند آنسو ہیں۔ انہیں فقیر کا نذرانہ سمجھو! تو ہم بھی سوائے آنسو کے اور کیا پیش کر سکتے ہیں۔

شہید موصوف کو میں بہت ہی قریب سے جانتا ہوں۔ اس کے دونوں بھائی مولانا عبدالغنی حقانی اور عبدالمجید حقانی دارالعلوم حقانیہ کے فضلا ہیں۔ دارالعلوم کی تعطیلات رمضان میں ہمارے گاؤں زرہوبی آیا کرتے تھے۔ علو نسب کے ساتھ ساتھ کیوں کہ ان کا خاندان سادات سے تعلق رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ذہن ناقب اور بے مثل قوت حافظہ سے خاندانی طور پر نوازا تھا۔ یہ وہ وہی ملکہ ہے جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ مولوی عبدالغنی صاحب حقانی نے تقریباً سات آٹھ سال دارالعلوم حقانیہ میں گزارے ہیں اور ابتداء سے لے کر دورہ ہائے تک تمام علوم و فنون کی تکمیل یہاں کر کے سفر فراغت حاصل کی۔ ان کے دورہ حدیث کے دوران دوسرا بھائی مولوی عبدالمجید حقانی نے دارالعلوم حقانیہ میں داخلہ لیا۔ پھر، ارشوال ۱۳۹۷ھ کو شہید مظلوم نے داخلہ لیا۔ اور مندرجہ ذیل کتابیں لیں۔

مطلوب۔ قاضی مبارک شرح جامی مبنی اور اصول الشاشی۔ اس سے پہلے دیگر کتابیں آپ نے اپنے وطن میں مختلف مدارس اور درسوں میں پڑھی تھیں۔ اگلے سال ۱۳۹۸ھ کو بیضاوی شریف اور عامہ تلویج و توضیح مسلم الثبوت۔ شرح عقائد اور خیالی وغیرہ کتابیں شروع کیں۔ تیسرے سال دورہ موقوف علیہ میں داخلہ لیا۔ اس وقت عمر تقریباً ۱۶ سال تھی۔ اسی سال تعلیمی سال کے چار پانچ مہینے گزارنے کے بعد آپ اور آپ کے دوست ہم وطن ساتھیوں کے دل میں جہاد کا داعیہ پیدا ہوا۔ اور اس کے لئے تیاری شروع کی۔ روانگی سے قبل اپنے اساتذہ سے خصوصی دعاؤں کی درخواست کی۔ صوبہ قندھار سے جہاد کا آغاز کیا۔ یہ جہاد کا ابتدائی دور تھا۔ حالات اور ماحول سازگار نہ تھے۔ لیکن یہ سرفروش سہیل پر رکھ کر بے سرو سامانی کی حالت میں اعلا کلمۃ اللہ کے لئے کمر بستہ ہو گئے۔ اور شجاعت و بہادری کے ایسے کارنامے سر انجام دے کہ انسانی عقل اس کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی۔ کچھ عرصہ بعد اس قافلے کا ایک فرد مولوی محمد اللہ قندھاری کیونسٹ درندوں کے ہاتھ لگا۔ انہوں نے انہیں جیل میں ڈال دیا۔ ہر قسم کی جسمانی اذیتیں پہنچائیں۔ بجلی کے کرنٹ لگائے۔ بھوکا پیاسا رکھا۔ اس کے بعد انہیں سیر میوں سے گرا کر اس پر چھلانگیں لگائیں۔ لیکن اس پیکر استقامت کے پائے ثبات میں کسی قسم کا تنازل واقع نہ ہوا۔ اور انتہائی مظلومیت کے عالم میں شہادت کی خلعت فاخرہ سے نوازے گئے۔ رحمہ اللہ

۱۔ آپ کا داخلہ بھی، ارشوال ۱۳۹۷ھ کو دارالعلوم حقانیہ میں ہوا تھا۔

ہمارے یہ مولانا عبدالستار قندھاری شہید تقریباً ایک سال تک قندھار کے محاذ جنگ میں برسرِ بیکار رہے لیکن اکثر پرانے ساتھی غزنی کے محاذ پر مصروف جنگ تھے۔ اس لئے دوستوں کی ایما پر غزنی تشریف لے گئے۔ اس کے پہنچتے ہی مجاہدین کے جوش اور جذبہ میں حرارتِ ایمانی کی نئی لہر دوڑ گئی۔ اگرچہ عمر میں تمام ساتھیوں سے چھوٹے تھے۔ لیکن شجاعت و بہادری کی وجہ سے تمام ساتھی حتیٰ کہ ان کی جماعت کے امیر بھی آپ کی رائے کو ادیت دیتے اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ہمارے یہ شہید ساتھی غزنی کے محاذ جنگ سے استاذ محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

” بعد از خصتی دارالعلوم حقانیہ بہ صوبہ غزنی رفتیم۔ در صوبہ غزنی امیر مجاہدین مولانا معراج الدین فاضل دارالعلوم حقانیہ بود۔ ایک بار مجاہدین در کمان او بہ فوج شوروسی حملہ کرد۔ بسیار ٹینک تباہ شدہ و پانزدہ صدر روسی فوجیاں ہلاک۔ دیگر بار حملہ کرد۔ دو عدد جہاز تباہ شد و جہاز ٹینک و دو نیم صدر فوجی ہلاک۔ دیگر بار در حملہ مجاہدین نو ٹینک تباہ شد بہ فضل خداوند تعالیٰ۔ دعا خیر بہ بہیت اجتماع در بارہ مجاہدین افغانستان بکنید۔ (نقل از الحق جلدی الاولی ۱۴۰۱ھ)

شجاعت اور دلیری میں بے نظیر تھے۔ کئی روسی اور کمیونسٹ خلقی آپ کے ہاتھوں جہنم رسید ہوئے۔ تنہا ایک فوجی علاقہ میں گھس گئے۔ اور انہیں کہا کہ اب تم ہماری حراست میں ہو۔ کیونکہ میرے ساتھیوں نے (مجاہدین) تمہیں گھیرے میں لے رکھا ہے۔ اس طرح اس تمام یونٹ نے تسلیم کر لیا۔ یعنی سپر ڈال دی۔ میدان جہاد سے اکثر سردیوں کے موسم میں تشریف لایا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ پہاڑوں پر برف باری کی وجہ سے مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ حسب معمول دارالعلوم حقانیہ بھی تشریف لائے۔ آپ کا سر زخمی تھا۔ میں نے ان سے اس زخم کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگے کہ ہم تین ساتھی ایک فوجی بارک کے قریب گئے۔ اسے اڑانے اور بارود رکھنے کے لئے گڑھا کھودنا شروع کیا۔ سامنے ایک مورچہ سے گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی میرے ساتھی اپنے کام میں مشغول رہے اور میں اس مورچے کی طرف گیا۔ اس مورچہ میں موجود فوجی کے ہاتھ میں کلاشنکوف تھا۔ میں نے بڑھ کر کلاشنکوف تھام لیا۔ وہ چھڑانے لگا۔ لیکن میں نے بھی اس کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ میں نے اس کے کان میں کہا کہ یہ چھوڑو۔ گولیاں کیوں ہم پر برساتے ہو۔ ہم طالب علم ہیں اپنے اساتذہ سے دعائیں لے کر آئے ہیں۔ وہ بالکل خاموش رہا۔ اور بدستور کلاشنکوف چھڑانے میں زور لگا رہا تھا۔ اتنے میں اس نے گولی چلا دی۔ گولی میرے سر کے اوپر چڑے کو چیرتی ہوئی چلی گئی۔ اس کے بعد میرا دوسرا ساتھی آیا۔ اس نے اس کو ایک آہنی ہنٹر سے مارنا شروع کر دیا۔ ناآں کہ اس نے کلاشنکوف چھوڑا۔ بعد میں اسے واصل جہنم کر دیا۔

ظرافت طبع اور خوش مذاقی میں بھی اپنے ساتھیوں سے فائق تھے۔ ہر ایک طالب علم کے ساتھ نہایت

ہی خندہ پیشانی سے ملتے۔ خواہ اس کے ساتھ واقفیت ہو یا نہ ہو۔ اسی وجہ سے تمام طالب علموں میں ہر دلعزیز تھے ایک دن اپنے ساتھیوں کو ایک واقعہ سنایا جس سے ساری محفل کشت زار و زعفران بن گئی۔ اس نے کہا کہ ایک دن ہم جہاد میں مصروف تھے کہ گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ ہم میں ایک بوڑھا آدمی بھی تھا۔ اس نے کہا یہ طالب علم آگے ہو جائیں۔ کیونکہ ان لوگوں کا کیا ہے۔ صرف ایک جان ہے۔ یہ رہے یا نہ رہے اور ہم تو عیال دار ہیں۔ میں نے کہا کہ ہمارا کیوں کوئی نہیں۔ حقانیہ میں ہمارے دوست ہیں ساتھی ہیں۔ ہمارے لئے وہ اتنے عزیز ہیں جیسا کہ آپ کو اپنے اہل خاندان۔ ہم ان کو کسی بھی صورت نہیں بھول سکتے۔

ان کے پرانے قریبی دوست اور جہاد کے ساتھی جلا د خان راوی ہیں کہ:-

غزنی کے محاذ پر ہم کیوسٹوں کے ساتھ برسرِ پیکار تھے۔ شہید موصوف کے ہاتھ میں راکٹ تھا۔ سامنے ایک ٹینک سے گولیاں برسنی شروع ہوئیں۔ گولیاں اس کے سر کے اوپر اور بالکل قریب سے گزر رہی تھیں۔ ہم نے کہا۔ بیٹھ جاؤ۔ یا تم بھی اس پر گولی چلاؤ۔ اس نے کہا۔ نہیں۔ ان گولیوں کے چلنے کی آواز سے مجھے لذت محسوس ہوتی ہے۔ اور میں زندہ حالت میں اس شخص سے مشین گن چھینوں گا۔ وہ گولیاں برساتا رہا اور یہ مجاہد آگے بڑھتا رہا۔ اور بغیر کسی تکلیف یا گزند کے اس خلعی پر مشین گن سمیت قبضہ کر لیا۔

بندہ کو خود ایک واقعہ سناتے ہوئے کہا۔ کہ میں نے ایک دن ایک روسی پائلٹ پکڑ لیا۔ وہ معمولی فارسی جانتا تھا۔ میں اسے اپنے ساتھیوں کے پاس لے آیا۔ ہمارے پاس روٹی کا چنداں بند و بست نہ تھا۔ ایک ساتھی روٹی پکاتا۔ اور کچھ معمولی سالن۔ جس سے بشکل ہمارا پیٹ بھرتا۔ اور اب اس قیدی کی شکل میں ایک اور ساتھی کا اضافہ ہو گیا۔ ہم اس کے لئے روٹی اور سالن الگ رکھتے اور خود ہم اپنے ساتھی اکٹھے بیٹھ کر کھاتے۔ وہ روسی پائلٹ جب سیر نہ ہوتا تو ہمارے برتن سے ایک نوالہ اٹھا لیتا۔ پس پھر ہم اسے نہ کھاتے۔ وہ روسی اس برتن کو اپنے سامنے رکھ لیتا اور شکم سیر ہو کر کھاتا۔

شہید موصوف غزنی کے محاذ سے نہایت مطمئن تھے۔ اس محاذ سے کسی دوسرے محاذ پر جانا پند نہ کرتے۔ چنانچہ جب آپ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا تو ساتھیوں نے ان کی لاش گاڑی میں دوسری جگہ لے جانی چاہی۔ تو گاڑی ایک قدم بھی آگے نہ بڑھی۔ بار بار کوشش کی گئی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ بالآخر انہوں نے وہیں آپ کو سپرد خاک کیا۔ کتنا خوش نصیب ہے وہ انسان جس نے محمود بہت شکن کے دیس میں شہادت پائی۔ اور ان مجاہدوں کی سرزمین میں آسودہ خواب ہوتے۔

ہری ہے شاخِ تمنا ابھی جلی تو نہیں
جگر کی آگ دہی ہے مگر بھی تو نہیں
جھا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسرِ میدان مگر جھکی تو نہیں

حسنِ شفق و رنگِ عنا اور ہی کچھ ہے
معونی کی مناجاتِ فلک گیر ہے لیکن
جینا ہی نہیں کش مکشِ زلیست کا مقصود
اے سجدہ گزارِ حرمِ عظمت و اقبال
پُر سرخیِ خونِ شہدا اور ہی کچھ ہے
مردانِ مجاہد کی دُعا اور ہی کچھ ہے
ذوقِ اجل و جہدِ بقا اور ہی کچھ ہے
سجدہ ! تہِ شمشیرِ قضا اور ہی کچھ ہے
کافورِ جنازہ میں ہے کچھ اور ہی خوشبو
عطرِ کفنِ اہلِ وفا اور ہی کچھ ہے

